امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر ڈاکٹر صفدر محمود کے اعتراضات کی حقیقت

ڈاکٹر محمد عمر فاروق☆

اِس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ محض الفاظ کی جادوگری اور تقریر کی شعبدہ بازی کسی انسان کو حیاتِ جاوداں نہیں بخشتی، بلکہ اصل چیز اِیثار و اِخلاص اور بے لوثی و بے نفسی ہوتی ہے۔ جس کے ساتھ اگر حسنِ تکلم کی آمیزش بھی ہو جائے تو ایسی صفات شخصیت کو تاریخ کے اوراق میں امر کردیتی ہیں۔ آج سحر طراز خطیب سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے باعمل اور پاکباز اِنسان کا ذکرِ خیر مقصود ہے جو قول نہیں عمل کے آدمی تھے۔

۲۲؍جنوری ۲۰۱۳ء کے روزنامہ ''جنگ''، لاہور کے ادارتی صفحہ پر ڈاکٹر صفدر محمود کا کالم ''صبح بخیر'' بعنوان: ''کس کی بنی ہے، عالم ناپائیدار میں'' اشاعت پذیر ہوا۔ جس میں موصوف نے خطابتی صفات اور آزادیٔ برصغیر کے دوران افقِ سیاست پر نمودار ہونے والے شعلہ بیان قومی و دینی رہنماؤں محمد علی جوہر اور نواب بہادر یار جنگ کے ساتھ ساتھ اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب اور ممتاز دینی و قومی رہنما امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا بھی تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ جس میں بعض باتیں محلِ نظر ہیں۔ کالم نگار نے اپنے کالم میں بین السطور یہ ثابت کرنے کی مکمل شعوری کوشش کی ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطابت محض لفاظی تھی اور اُن کا کردار اِخلاص و ایثار سے یکسر خالی تھا، جو فی الاصل ڈاکٹر صفدر محمود کی تنگ نظری، معاندانہ سوچ اور انتہا پسند لیگی بغض کی بیّن عکاسی ہے۔ واضح ہو کہ یہ بلاوجہ نفرت و عناد قبیلۂ لیگیاں کے ہر پیروجواں کی سرشت میں سرایت کرچکی ہے۔ اور اگر اس جذبے کی تحلیلِ نفسی کی جائے تو آپ کو اس کی تہہ میں اس بے چارے قبیلے کا احساسِ محرومی اور احساسِ کمتری نظر آئے گا جو اُس وقت اِس تہی دست خاندان کو آگھیرتا ہے جب وہ اپنے قائدین کا عظمتِ کردار، قربانی، ایثار، جہد و عمل اور شخصیت کے محکم ہونے کے ترازو پر اُن کے معاصر رہنماؤں سے موازنہ کرتے ہیں۔

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کمال یہ ہے کہ اس عدیم المثال فردِ فرید نے تاجِ برطانیہ کے پُرہیبت دور میں پنجاب کی واحد حریت کیش اور آزادی پیشہ جماعت مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے بلامبالغہ کروڑوں انسانوں کو خطاب

☆ڈپٹی سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان

کیا اور اُن کے دل ودماغ سے برطانوی سامراج کے خوف اور رُعب ودبدبہ کو نکال کر آزادی کی تڑپ پیدا کی۔ اُن کی ساری حیاتِ مبارکہ انگریزوں، فرنگی نواز جاگیرداروں اور سارقانِ ختم نبوت قادیانیوں کے خلاف عرصۂ جہاد میں گزری۔ جس کا اعتراف ڈاکٹر صفدر محمود نے بھی کیا ہے کہ ''سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نے زندگی انگریزوں اور قادیانیت کے خلاف جد وجہد میں گزاردی۔'' کیا اُن کا یہ تاریخی کردار کسی بھی لادین انقلابی سے کچھ کم درجہ کی اہمیت کا حامل ہے کہ جسے آسانی سے نظر انداز کیا جاسکے۔ آج ہم جس آزادی کی نعمت سے بہرہ ور رہیں۔ اِس آزادی میں حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے بلند کردار مجاہدوں کا روشن کردار تاریخ کا انمٹ باب ہے۔ جس سے تاریخ کا کوئی بھی طالب علم صرفِ نظر نہیں کرسکتا۔

کالم نگار نے سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطابت کے ضمن میں اُن کا موازنہ محمد علی جناح کے اندازِ تقریر سے کرنے کی سعی کی ہے اور اِس موازنے سے انہوں نے سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کو پاکستان کا مخالف ثابت کرنا چاہا ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ ہر شخصیت اپنی ذات میں منفرد خصوصیات وصفات کی حامل ہوتی ہے، ہمارے خیال میں موجودہ حالات میں ایسا موازنہ کرنا ماضی کے مدفون تنازعات کو ہوا دینے کی نامناسب وناروا کوشش ہے۔ اگر ایسے موضوعات کو چھیڑنا ہی ضروری ہے تو پاکستان قوال پارٹی بمعہ ساز وآواز وہمنوا اور معزز کالم نگار اور اُن کا سارا طائفہ مسلم لیگ کے طفیلی نما دانشور اور بزعمِ خود نظریۂ پاکستان کے گولڈ میڈلسٹ ورثا اور دیہاڑی دار مؤرخ ایم کیو ایم کے قائد جناب الطاف حسین کے فاؤنڈر آف دی پاکستان مسٹر محمد علی جناح پر کیے جانے والے مہلک ڈرون حملے پر کیوں چپ ہیں۔ صرف اس لیے کہ وہ ایم کیو ایم کی سیاسی و افرادی قوت سے خوفزدہ ہیں۔

یہ بات تاریخ کا حصہ ہے کہ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری تحریک پاکستان میں شامل نہیں تھے اور وہ ہندوستان کی تقسیم کے مسئلہ پر مسلم لیگ سے دیانتدارانہ اختلاف رکھتے تھے۔ جس کی تفصیلات دستاویزات کی صورت میں محفوظ ہیں۔ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری (اور برصغیر پاک وہند کے آزادی پسندوں کی اکثریت) اپنی مومنانہ بصیرت اور فراستِ ایمانی کی بنیاد پر انگریزوں کے ہاتھوں ہندوستان کی تقسیم کی بجائے اس بات کے قائل تھے کہ انگریز کو ثالث بنانے کی بجائے کانگریس اور مسلم لیگ ہندوستان کی تقسیم کی ہیئت کا فیصلہ خود کریں، مگر افسوس ایسا نہ ہوسکا اور کانگریس اور مسلم لیگ نے برطانوی سامراج کے آگے سرخم کردیا، جس کے نتیجے میں انگریز نے بندر بانٹ کرتے ہوئے ہندوستان کو اپنی مرضی سے تقسیم کیا اور سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کی 26/اپریل 1946ء میں اردو پارک دہلی میں کی گئیں پیش گوئیوں کے عین مطابق ہجرت میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت، جاگیرداروں کا مستقلاً پاکستان کے اقتدار پر قبضہ، مشرقی پاکستان کی علیحدگی، پاک بھارت جنگوں کا ہونا اور انڈیا کا پاکستان کے دریاؤں کا پانی روک دینا جیسے ناقابل تلافی نقصانات ہمارا مقدر بنے۔

مسلم لیگ اور مجلس احرار اسلام کا اختلاف سیاسی تھا، کوئی کفر و اسلام کا مسئلہ نہیں تھا۔ لیکن قائدِ پاکستان جناب محمد علی جناح کی جیب کے کھوٹے سکوں نے جن میں اکثریت غدارانِ ملک و ملّت کی تھی کبھی اس اختلاف کو سیاسی حدود میں نہیں رہنے دیا۔ بلکہ ان حدود سے بڑھ کر اعتقادی دائروں میں دراندازی کی۔ ''مسلم ہے تو لیگ میں آ'' جیسا قابلِ صد نفرین نعرہ تخلیق کیا جو برصغیر میں سیاسی مخالفین کو غیر مسلم قرار دینے کی شنیع حرکتوں کا نکتۂ آغاز تھا۔ جب 1947ء میں قوم نے مسلم لیگ کے حق میں فیصلہ دے دیا اور پاکستان بن گیا تو تمام سیاست دانوں میں سے سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری ہی وہ واحد شخصیت تھے کہ جنھوں نے قوم کے فیصلے کو بسر و چشم قبول کیا اور مجمع عام میں اپنی رائے کی شکست کا کھلے عام اعتراف کر کے پاکستان سے وفاداری کے عزم کا اظہار کیا۔ پھر ملک بھر میں دفاعِ پاکستان کانفرنسوں کا سلسلہ جاری کیا۔ جنوری 1949ء میں مجلس احرار اسلام نے ''دفاعِ پاکستان کانفرنس'' لاہور میں منعقد کی۔ جس میں پچاس ہزار سرخ پوش احرار رضا کاروں سمیت لاتعداد کارکنوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں مجلس عاملۂ احرار کے تاریخی فیصلہ کا اعلان کیا گیا۔ جس کے مطابق مجلس احرار نے مسلم لیگ کے احترام میں اپنی سیاسی قوت مسلم لیگ کے پلڑے میں ڈالتے ہوئے اپنے تمام سیاسی مزاج رکھنے والے کارکنوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کا حکم دیا اور مسلم لیگ کے لیے میدان کھلا چھوڑتے ہوئے انتخابی سیاست سے احرار کی دستبرداری کا اعلان کیا۔ حالانکہ مجلس احرار، مسلم لیگ کے مدمقابل پاکستان کی واحد مضبوط اپوزیشن ہونے کی اپنی حیثیت برقرار رکھ سکتی تھی، لیکن احرار نے مسلم لیگ کی راہ میں رکاوٹ بننے کی بجائے اُس سے دستِ تعاون بڑھایا اور یوں احرار نے امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں اپنی اخلاقی برتری کا ثبوت دیا۔ جس پر ملک بھر کے تمام حلقوں میں احرار کے اس تاریخی ایثار و اقدام کو سراہا گیا۔ بالخصوص مسلم لیگ کے ترجمان روزنامہ ''نوائے وقت'' کے مدیر جناب حمید نظامی مرحوم نے اپنے اداریہ میں احرار کے فیصلے کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلم لیگ نے اپنے روایتی تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اِن مخلص احرار رہنماؤں اور کارکنوں کا وجود اپنی صفوں میں گوارہ نہ کیا، کیونکہ انہیں یقین تھا کہ یہ مخلص لوگ مسلم لیگ میں موجود رہے تو پاکستان فرنگی غلامی سے آزاد ہو جائے گا، اور یہی وجہ ہے کہ آج تک پاکستان برطانوی اور امریکی غلامی کے جال میں ہی پھڑ پھڑا رہا ہے۔ اور اسی ''مسلم لیگ'' کے بطن سے گرہ کٹوں کی منڈلیوں کی ایسی افزائشِ نسل ہوئی کہ وطن کی دھرتی ان کی دست درازیوں کے لیے کم پڑ گئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نے مسلم لیگ کو قوت حاکمہ کے طور پر تسلیم کر لیا اور عوام کی رائے کو تسلیم کر کے پاکستان کو نہ صرف قبول کیا، بلکہ وطن عزیز کے ذرے، ذرے کے دفاع کی قسم کھائی تو آج ایسا کیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے کہ ماضی کے ان طے شدہ سیاسی معاملات کو پھر سے اختلاف بنا کر اُچھالا جا رہا ہے۔ جن کا ذکر موجودہ ملکی صورتِ حال یا سیاسی تناظر سے کوئی میل نہیں کھاتا۔ ایک بنیادی سوال یہ ہے کہ جن الزامات سے حضرت

امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کو معطون و متہم کیا جا رہا ہے، کیا قائداعظم نے بھی کوئی ایک ایسی بات سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کے بارے میں کہیں کہی ہے؟ حضرت شاہ جی کس قدر محبِّ وطن تھے یا جماعت احرار کی مخالفتِ پاکستان کے اسباب کیا تھے یہ سب باتیں مابعد قیامِ پاکستان کی تاریخ میں کاملاً غیر متعلق (Totally Irrelevent) ہیں۔ پاکستان کے قیام کے بعد کی سیاسی تاریخ (جو بلاشبہ زوال، انحطاط، ذلّت، رسوائی، پسپائی اور نکبت کی سیاہ داستان ہے) کے سارے ہی کردار عفیفہ مسلم لیگ کے وسیع دامن میں پناہ گیر آوارہ گرد ہیں۔ شاہ جی کی حب الوطنی کو مشکوک بنانے کی ناکام کوشش کیے جانے کی بجائے پاکستان اور اسلام کے حقیقی دشمن یعنی قادیانیوں کا تجزیہ کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ کالم نگار کا یہ فرض ہے کہ وہ قوم کو بتائیں کہ علامہ اقبال نے پنڈت نہرو کے نام اپنے خط میں قادیانیوں کو اسلام اور ملک کا دشمن کیوں کہا ہے، قادیانیوں نے تقسیم پنجاب کے وقت باؤنڈری کمیشن کو مسلمانوں سے الگ میمورنڈم پیش کر کے مسلم لیگ کا کیس کمزور بنانے کی کیونکر کوششیں کیں، بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کی ناکام سازش کے محرکات کیا تھے، 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں قادیانیوں کی نیم فوجی تنظیم فرقان بٹالین نے کیا مذموم کارروائیاں کیں، پاکستان کے پہلے قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے سفارت کاری کے نام پر پاکستان کو امریکی و برطانوی غلامی میں ڈالنے کی روایت کی بنیاد کس طرح قائم کی اور سیٹو اور سینٹو معاہدوں کے ذریعے پاکستان کو کس طرح بے دست و پا بنانے کی سعی کی، مرزا قادیانی کے پوتے ایم ایم احمد نے ڈپٹی چیئر مین پلاننگ کمیشن کی حیثیت سے پاکستان کا مشرقی بازو جدا کرنے میں کیا مذموم کردار ادا کیا اور ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو نوبل پرائز کن یہودیانہ مفادات کی بنیاد پر ملا اور کس طرح محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے کردار کو مجروح کرنے میں قادیانی لابی اب تک مصروف ہے، تاکہ پاکستان کی ایٹمی پاور کو کسی طرح زک پہنچائی جا سکے۔

حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کے بارے میں ڈاکٹر صفدر محمود کا یہ کہنا کہ ''آج لوگ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کا نام بھی بھول چکے ہیں۔'' وقت کا سب سے بڑا مذاق ہے اور یہ خود کالم نگار کی تاریخی بھول ہے۔ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا ایک عقیدت مند ہوتے ہوئے بھی ہمیں اس مجذوبانہ واویلا پر غصہ کے بجائے بے ساختہ ہنسی آئی۔ حضرت شاہ جی کو واصلِ حق ہوئے ۵۲ برس ہو چکے لیکن ان سے کینہ رکھنے والے ہمارے ممدوح کالم نگار اس بات پر مجبور ہیں کہ اپنے پڑھنے والوں کو یقین دلائیں کہ ''دوستو! تم اس شخصِ عظیم و بے پناہ کا نام نہیں جانتے'' بلاشبہ ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہمنواؤں کا احساسِ کمتری قابلِ رحم ہے۔ اگر ظلِّ الٰہی حضرت محمد علی جناح کے خزانۂ عامرہ سے کوئی ایک سکہ بھی کھرا نہ ثابت ہو سکا تو اس میں لیلائے آزادی کے سچے مجنوں حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کی اتباع میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بے خود عاشقوں کے قافلے کا کیا قصور ہے؟ جنابِ والا! بھلایا اُسے جاتا ہے کہ جو شخص کسی منصب کا اہل نہ ہو اور اسے وقتی ضرورت یا شخصی مفادات کے لیے نامزد کر کے اس کی تشہیر کی جائے۔ اگر ایسا ہو تو لوگ ایسے فرضی کرداروں کو بھول ہی جایا کرتے ہیں اور اُن کا مقام بچہ سقہ جتنا بھی محفوظ نہیں رہا کرتا۔

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری ہماری ملی تاریخ کا وہ لازوال کردار ہے کہ جو سرکاری سرپرستی اور حکومتی پروپیگنڈہ مشینری جیسے وقتی سہاروں کی بجائے اپنے ایمان افزا کردار کے بل بوتے پر آج بھی زندہ وجاوید ہے اور اس لازوال کردار کو کسی تنخواہ دار پیشہ ور قلم فروش لکھاری یا کسی نصاب کمیٹی کے ہڈحرام رکن پروفیسر (جو تحقیقِ حق کے بجائے تاریخ کے دسترخوان پر چبائے ہوئے لقموں اور چوسی ہوئی ہڈیوں کا باز پیش کنندۂ محض ہے) کے قلم کی سپورٹ اور مدد کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، مگر اُردو بازار میں آج بھی سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کی سوانح حیات سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتابوں میں سے ایک ہے۔ جس کا ہر تیسرے مہینے نیا ایڈیشن شائع ہوتا ہے۔ شاہ جی آج بھی لاکھوں دلوں میں زندہ ہیں۔ مرتا وہ ہے کہ جس کا نام اور مشن فراموش ہو جائے۔ شاہ جی کا مشن یعنی تحفظ ختم نبوت اور پاکستان کو اسلامی ریاست بنانا آج بھی زندہ ہے۔ جو آج اٹھارہ کروڑ پاکستانیوں کے دل کی آواز ہے۔

بقول شورش کاشمیری

مر کر بھی کہاں مرتے ہیں ، تجھ جیسے قلندر
تُو آج بھی زندہ ہے ، محمدؐ کے ثنا گر

مقابلہ مضمون نویسی میں انعام حاصل کرنے والے

مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیرِ اہتمام تلہ گنگ سے مقابلۂ مضمون نویسی بعنوان ''ختم نبوت کا تحفظ ضروری کیوں؟'' ربیع الاول ۱۴۳۴ھ میں منعقد ہوا۔ جس میں کل ۴۱ مضامین موصول ہوئے۔

درج ذیل تین افراد نے پوزیشن حاصل کی، جن کا اعلان ۱۲؍ربیع الاوّل ۱۴۳۴ھ کی ''۳۵ ویں سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس'' چناب نگر میں کیا گیا

اوّل: بنت عبدالحق قریشی (تلہ گنگ)
دوم: خالد مسعود ایڈووکیٹ (تلہ گنگ)
سوم: ابرارالحق صدیقی (چیچہ وطنی)

پوزیشن حاصل کرنے والے ان افراد کو مجلس احرارِ اسلام کی طرف سے عقیدۂ ختم نبوت اور محاسبۂ قادیانیت پر لٹریچر انعام میں دیا گیا۔